بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

مئی کے برہان میں دار العلوم دیوبند پر جو شذرہ سپرد قلم کیا گیا تھا چونکہ وہ نہایت مختصر اور مجمل تھا اس لئے تعجب نہیں اگر اس کو دار العلوم کے مختلف حلقوں میں مختلف معنی پہنائے گئے اور قول کی ایسی توجیہ کی گئی جو قائل کی مراد نہیں تھی اس بنا پر ضروری ہے کہ آج ہم اس معاملہ میں اپنا نقطۂ نظر کسی قدر وضاحت سے بیان کر دیں۔

دار العلوم دیوبند کے معاملات دو قسم کے ہیں تعلیمی اور انتظامی۔ جہانتک پہلے معاملہ کا تعلق ہے قارئین برہان کو معلوم ہے ہم نے کبھی بھی اس پر اطمینان کا اظہار نہیں کیا ہم شروع سے چیخ رہے ہیں کہ دار العلوم کے نصاب تعلیم اور طرز تعلیم میں اصلاح ہونی چاہئے۔ ہر فن کا درس اس فن کے ماہر اساتذہ کے سپرد ہونا چاہئے۔ تعلیمی اصلاح کے ساتھ طلبا میں تحریر و تقریر کی ایسی قابلیت پیدا کرنی چاہئے کہ وہ ان سے کام لیکر اسلام اور مسلمانوں کی خاطر خواہ اور مقتضیات زمانہ کے مطابق خدمات انجام دے سکیں اور وہ عوام اور خواص دونوں طبقوں میں دینی تعلیمات کی نشر و اشاعت کے اہل بن سکیں لیکن افسوس ہے ہم پکار پکار کے چپ ہو گئے اور ہماری گذارشوں پر کوئی توجہ نہیں کی گئی۔ ہم کو یہ شکایت کسی ایک شخص سے نہیں سب ذمہ داران دار العلوم ہی سے ہے اور جب تک اس کا ازالہ نہیں ہوگا یہ شکایت برابر رہیگی۔

موجودہ حالات میں اس ابتر نظام تعلیم پر اتنا اضافہ اور ہوا ہے کہ بعض مجبوریوں کے باعث جب بعض پرانے اور تجربہ کار اساتذہ کو مدرسہ سے تعلق منقطع کرنا پڑا تو مدرسہ کا کام چلانے کے لئے نئے اور ناتجربہ کار اساتذہ کو بلا کر ان جگہوں کو پر کر دیا گیا اور درس کے لئے ان کے سپرد بعض وہ کتابیں کر دی گئیں جن کو یہاں آنے سے پہلے انھوں نے کبھی نہیں پڑھایا تھا۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ طلبا غیر مطمئن ہیں اور وہ اب دار العلوم دیوبند اور کسی لو

عربی مدرسہ میں تعلیمی اعتبار سے کوئی فرق محسوس نہیں کرتے۔ یہاں اس سے بحث نہیں کہ اس صورت حال کا باعث کیا ہے اور کون لوگ اس کے ذمہ دار ہیں؟ بہرحال واقعہ یہی ہے اور زیادہ افسوس اس کا ہے کہ بجائے اس کے کہ اس صورت حال کے تدارک اور اصلاح کی کوشش کی جائے اور الٹا اس کو حق بجانب ثابت کرنے کی سعی ہو رہی ہے۔

اب رہے دارالعلوم کے انتظامی معاملات تو اس سلسلہ میں ہمارے متعلق کوئی غلط فہمی نہ ہونی چاہیے صاف بات یہ ہے کہ گذشتہ ماہ شعبان میں ادارۂ اہتمام نے طلبار کی "شورش پسندی" سے ڈر کر امتحانات کو ملتوی اور مطبخ کو بند کردینے کا جو فیصلہ کیا تھا وہ ہماری رائے میں اصولاً نہایت غلط اور اخلاقاً حد درجہ قابل اعتراض تھا۔ لیکن بہرحال وہ فیصلہ ادارۂ اہتمام کا تھا اور اگر یہ غلط تھا تو اس غلطی کے ارتکاب میں جناب صدر مہتمم اور مہتمم دونوں برابر کے شریک تھے اور دونوں سے احتساب اور باز پرس یکساں ہونی چاہیے تھی لیکن معلوم نہیں کیوں ماہ ذی الحجہ میں مجلس شوریٰ کا جو اجلاس منعقد ہوا اس میں صدر مہتمم کے اختیارات و فرائض اس درجہ محدود کردیئے گئے کہ وہ عملاً معطل اور بیکار ہو کر رہ گئے۔ کوئی بتائے کہ دنیا کے کسی ادارہ میں بھی یہ قاعدہ ہے کہ اس ادارہ کا صدر عہدہ کے اعتبار سے تو صدر ہو لیکن اس کے فرائض و اختیارات اس کے ماتحت کارکنوں سے بھی کم ہوں؟

اس میں کوئی شبہ نہیں مجلس کا یہ فیصلہ سراسر غیر آئینی اور غیر قانونی ہے۔ اس کا پہلا فرض یہ تھا کہ اسے جناب صدر مہتمم کی پالیسی اور طرز عمل پر جو اعتراضات تھے ان سب کو تفصیل سے لکھکر موصوف کے پاس بھیجتی اور تحریری طور پر ان سے جوابات لیتی، اگر یہ جوابات اس کی تسلی اور تشفی کا باعث نہ ہوتے تو مجلس کو حق تھا کہ وہ صدر مہتمم کے خلاف بے اعتمادی کا رزولیوشن منظور کر کے ان کو اس عہدہ سے الگ کردیتی۔ یہ دوسری بات ہے کہ جوابات کی مخصوص نوعیت کے پیش نظر مجلس کا یہ فیصلہ کس حد تک حق بجانب اور درست ہو سکتا تھا۔ بہرحال یہ فیصلہ آئینی ہوتا اور اس حیثیت سے اس پر اعتراض نہ ہو سکتا تھا لیکن مجلس کا موجودہ فیصلہ کہ صدر مہتمم صدر مہتمم ہی رہتا ہے اور مہتمم مہتمم ہی۔ اس کے باوجود صدر مہتمم کے اختیارات و فرائض اس قدر محدود کردیئے گئے ہیں کہ وہ عملاً نائب یا قائم مقام مہتمم ہو کر رہ گیا ہے ایک ایسا فیصلہ ہے جس کو دنیا کی کوئی آئینی جماعت ایک لمحہ کے لئے گوارا نہیں کرسکتی۔ پھر اگر مجلس کا فیصلہ صدر مہتمم کے اس فیصلہ کا جواب ہے

جو شعبان میں طلبہ کے اخراج سے متعلق کیا گیا تھا۔ تو مجلس کو یہ بتانا چاہیے کہ اس کے اس عتاب کا نشانہ صدر مہتمم کی ذات ہی کیوں بنی اور مہتمم صاحب کو اس سے کیوں مستثنیٰ قرار دیا گیا۔ کیا موصوف نے اپنے شعبان والے فیصلہ کے متعلق کوئی معذرت نامہ یا معافی نامہ مجلس کے سامنے پیش کیا تھا؟

حقیقت یہ ہے کہ اس وقت دارالعلوم دیوبند میں انتظامی اعتبار سے جو خلفشار پیدا ہو گیا ہے اس کا اصل باعث مجلسِ شوریٰ کا یہ غیر آئینی فیصلہ ہی ہے۔ مجلس کا فرض ہے کہ اس کو صدر مہتمم صاحب کی ذات اور طرزِ عمل سے جو شکایات ہیں ان کو وہ پبلک میں شائع کرے اور اگر وہ ایسا کرنے کی جرأت نہیں کر سکتی تو پھر دارالعلوم دیوبند کے ابنائے قدیم اور چندہ دینے والے حضرات کو غور کرنا چاہیے کہ وہ کب تک ایسی غیر آئینی مجلس کے ہاتھ میں دارالعلوم دیوبند کے معاملاتِ نظم و نسق کی باگ ڈور رکھنا گوارا کر سکتے ہیں۔

اصل یہ ہے کہ ان تمام خرابیوں کا سرچشمہ مجلس کی غیر آئینی ہیئتِ ترکیبی ہے۔ تمام جمہوری اداروں کی طرح ہونا یہ چاہیے کہ مجلس کے ممبروں کے انتخاب اور انتخاب کرنے والوں کے لئے خاص خاص اصول و قواعد ہوں کہ کون شخص ممبر منتخب ہو سکتا ہے اور کن لوگوں کو منتخب کرنے اور ووٹ دینے کا حق ہے پھر ممبری کی مدت کی تعیین بھی نہایت ضروری ہے ورنہ موجودہ مجلس میں ہمیں ایسے "نیک دل" حضرات بھی نظر آتے ہیں جو عمرِ طبعی کی سرحد کی بھی کچھ آگے بڑھ گئے ہیں۔ نہ خود کسی بات کو سمجھ سکتے ہیں اور نہ کسی معاملہ میں کوئی رائے دے سکتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود جب تک وہ استعفا نہ دیں کوئی ضابطہ ان کو ممبری سے الگ نہیں کر سکتا۔ اور وہ خود استعفیٰ اس لئے پیش نہیں کرتے کہ ان کے عقیدہ میں دارالعلوم دیوبند ایسی مقدس درسگاہ کی مجلس شوریٰ کا ممبر رہنا نجاتِ اخروی کا ذریعہ ہے پھر بتایئے کیا ایسی مجلس کو واقعی جمہوری اور آئینی مجلس کہا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں!

پس ہمارے نزدیک دارالعلوم دیوبند کی اصلاح خاطر خواہ طور پر اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ ایک طرف تعلیمی اصلاح کے سلسلہ میں نصابِ تعلیم اور طرزِ تعلیم دونوں میں ادل بدل کیا جائے اور ہر فن کے درس کے لئے ماہرِ فن اساتذہ کی خدمات حاصل کی جائیں اور دوسری جانب مجلسِ شوریٰ کے ممبروں کے انتخاب و طریقۂ انتخاب سے متعلق دوسرے جمہوری اداروں کی طرح خاص خاص قواعد و ضوابط مرتب کر کے ان پر دیانت داری سے عمل بھی کیا جائے۔